بیوی کی ملازمت کے عائلی زندگی پر اثرات: تحدیات و مسائل اور ان کا حل

Impact of wife's employment on family life: Challenges and issues and their solutions

Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usool ul Deen University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com
Muhammad Noor
Ph.D Scholar NCBA&E Sub Campus Multan
Email: mnoorsaeedi786@gmail.com
Muhammad Waris
PhD Scholar Qurtuba University Dikhan
Email: bhorvi313@gmail.com

Abstract
As husband and wife are the first stakeholders in the family and society, who are determined to lead their lives together as one, they have to face various challenges in the world. Sometimes these challenges are economic, and sometimes social, but in both cases, the real root cause is often the economy, which requires the best economic planning for its stability. Today, there is a global economic crisis, which has made it necessary for both husband and wife to seek employment. In addition, women's employment is sometimes essential for economic reasons, and sometimes for social reasons, and on a global scale, it is also a religious necessity. Women are needed in nursing and medicine, just as sometimes there is an economic need for it. Along with employment, employees' children are increasingly being deprived of maternal care and paternal care in general, and day care centers are opening all over the world to take care of employees' children during the day. On one hand, employment is necessary to address the economic crisis, and on the other hand, the upbringing of children is an important issue. Employment has also distanced people from their families, leading to family problems. Then there is also a debate among scholars about whether women can work or not. So, resolving these issues in the light of the Quran and Sunnah can be very beneficial. Therefore, this article attempts to address these challenges.
Keywords: Wife employment, Famliy life, Economic, chanllenges

موضوع کا تعارف

میاں بیوی خاندان کی خشت اول ہیں جن کی بدولت خاندان اور معاشرہ تشکیل پاتا ہے، میاں بیوی جب والدین کا روپ دھار لیتے ہیں تو وہ اولاد کے لیے سائبان کی حیثیت رکھتے ہیں جو اپنے بچوں کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر ان کی اچھی تربیت کے ضامن ہوتے ہیں۔ پھر اولاد کو رزق فراہم کرنے کی خاطر زمانے کی خاک چھانتے ہیں، دنیا کی دوڑ دھوپ میں معاشی مسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے ملازمت کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ

ان کے بچوں کا مستقبل خوب سے خوب تر ہو۔ آج عالمی سطح پر معاشی بحران ہے اور غربت کے بے رحم شکنجوں نے مخلوق خدا کو اپنے آہنی ہاتھوں میں لے رکھا ہے، جس کی وجہ سے میاں بیوی دونوں کے لیے ملازمت اختیار کرنا وقت کی اہم ضرورت بن چکا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملازمت کی وجہ سے ملازمین کے بچے عمومی طور پر ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت پدری سے محروم ہوتے جارہے ہیں، آج پوری دنیا میں ڈے کیئر سینٹر کھولے جارہے ہیں جو دن کے وقت ملازمین کے بچوں کو اپنی تحویل میں لیکر ان کی نگہداشت کرتے ہیں، ایک طرف معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے ملازمت کی ضرورت ہے تو دوسری طرف بچوں کی تربیت کا ایک اہم مسئلہ درپیش ہے، نیز ملازمت نے عوام الناس کو اپنے خاندانوں سے بھی دور کر دیا ہے جس کی وجہ سے خاندانی مسائل نے پریشان کن صورت حال کھڑی کر رکھی ہے، پھر عورت کی ملازمت کے بارے میں بھی علماء کے حلقوں میں تشویش پائی جاتی ہے کہ کیا وہ ملازمت کر سکتی ہے؟ تو ان مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنا معاشرے کی اہم ضرورت ہے، لہٰذا اس آرٹیکل میں ان تحدیات اور چیلنجز کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

شریعت اسلامیہ نے ایک بہتر خاندان قائم کرنے کے لیے حکیمانہ احکامات صادر فرمائے جن کی پیروی میں زوجین کے تعلقات کی بہتری، ان کی مالی حالت کی بہتری اور پورے خاندان کی ترقی کی ضمانت موجود ہے، لہٰذا یہ آرٹیکل اپنے ضمن میں ایسے فوائد کو جامع ہے جس کی بدولت معاشرے کی کامیابی کی مناسب راہوں کی طرف ہماری راہنمائی ہو سکتی ہے۔ اسلام نے عورتوں اور بچوں کے نفقات کو باپ اور خاوندوں پر لازم کیا ہے، لیکن اس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ عورت سرے سے ملازمت ہی نہیں کر سکتی بلکہ شریعت نے معاشی حقوق بھی عورت کو عطا کیے ہیں لیکن کچھ حدود وقیود کے ساتھ جنہیں اس آرٹیکل میں بیان کیا جارہا ہے۔

ملازمت کا شرعی مفہوم

ملازمت کا لفظ لازم یلازم سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور باب مفاعلہ میں جانبین سے کسی کام کو وقوع وصدور متحقق ہوتا ہے، اس کا معنی ہے چمٹے رہنا، جدا نہ ہونا اور چونکہ ملازم بھی منافع کے حصول کی غرض سے کسی کام کو چمٹا رہتا ہے اور یہ خدمت ایک معاہدہ ہوتا ہے جو دو افراد کے مابین طے پاتا ہے، لیکن ملازمت کا لفظ عربی زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے نہیں وضع کیا گیا بلکہ عربی میں اس کے لیے اجارہ خاصہ کی اصطلاح عام ہے۔ علامہ زیلعی نے اجارہ کی تعریف یوں بیان کی:

"هِيَ تَمْلِيكُ الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ بِخِلَافِ النِّكَاحِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بِتَمْلِيكٍ، وَإِنَّمَا هُوَ اسْتِبَاحَةُ الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ هَذَا فِي الشَّرْعِ وَفِي اللُّغَةِ الْإِجَارَةُ فِعَالَةٌ مِنْ أَجَرَ يَأْجُرُ مِنْ بَابَيْ طَلَبَ وَضَرَبَ فَهُوَ آجِرٌ وَذَاكَ مَأْجُورٌ أَيْ الْإِجَارَةُ اسْمٌ لِلْأُجْرَةِ وَهِيَ مَا أُعْطِيَ مِنْ كِرَاءِ الْأَجِيرِ وَقَدْ أَجَرَهُ إِذَا أَعْطَاهُ أُجْرَتَهُ"[1]

کچھ عوض کے ساتھ منافع کا مالک بنا دینا اجارہ کہلاتا ہے، بخلاف نکاح کے کہ اس میں تملیک نہیں بلکہ منافع کی اباحت ہے عوض کے ساتھ، یہ اس کی اصطلاحی تعریف ہے، اور لغت میں اجارہ فعالۃ کے وزن پر دو بابوں سے مصدر ہے؛ باب ضرب یضرب اور طلب یطلب سے اور اسی سے آجر ہے اور ماجور ہے۔ یعنی اجارہ اس اجرت کا نام ہے جو مزدور کو کرایے کے طور پر دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے فلاں نے فلاں کو اجارہ دیا یعنی مزدوری دی۔

علامہ علامہ علاء الدین الحصکفی فرماتے ہیں:

هومن يعمل لواحدعملامؤقتابالتخصيص ويستحق الاجير بتسليم نفسه فى المدة وان لم يعمل كمن استوجرشهرا للخدمة اوشهرالرعى الغنم المسمىٰ باجرمسمى۔[2]

جو شخص کسی دوسرے کے لیے ایک خاص وقت تک کام کرے اور اس وقت میں جونہی وہ اپنے آپ کو مستاجر کے حوالے کر دے گا تو وہ اجرت کا مستحق ہو جائے گا اگرچہ اس نے کام نہ کیا ہو، جیسے کسی کو ایک مہینہ کے لیے خدمت کی خاطر اجرت پر لایا گیا ہو یا ایک مہینہ کے لیے مخصوص ریوڑ چرانے پر معلوم اجرت کے عوض لایا گیا ہو۔

ملازمت کا جواز

کسب حلال عبادت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

طلب كسب الحلال فريضة بعدالفريضة [3]۔

رزق حلال کی طلب ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ ہے یعنی نماز روزہ حج زکوٰۃ کے بعد ایک دوسرا فریضہ ہے، پھر عصر حاضر میں کسب معاش کا مدار چار چیزوں میں منحصر ہے: ملازمت، تجارت، زراعت اور صناعت۔ تاہم ان وسائل اربعہ میں سے سب سے زیادہ آسان چیز جس کی طرف لوگوں کی توجہ رہتی ہے وہ ملازمت ہی ہے؛ مرد وعورت دونوں چاہتے ہیں کہ انہیں ملازمت مل جائے نیز ملازمت ایک معزز منصب سمجھا جاتا ہے اور اگر اس میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت نہ ہو تا مرد وعورت دونوں کے لیے جائز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ[4]

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک کنویں پر پہنچے تو انہوں دیکھا کہ دوحیاء کی پیکر بچیاں دیگر لوگوں سے کچھ فاصلے پر ااس انتظار میں کھڑی تھیں کہ جب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلالیں گے تو ان کے بعد وہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گی تو حضرت موسیٰ نے انہیں پانی پلوادیا تو انہوں نے سارا ماجرا اپنے پدر بزرگوار حضرت شعیب علیہ السلام کو بتایا تو انہوں حضرت موسیٰ کو بلایا اور ان سے اجارہ کی بات کی کہ اگر تم میرے میرے ہاں آٹھ سال مزدوری کرو تو میں تمہیں اپنی بیٹی کا نکاح کرکے دوں گا اور اگر دس سال مکمل کروگے تو یہ تمہاری طرف سے فضل ہوگا، اور میں تم پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔

اس آیت کریمہ میں جہاں حضرت موسیٰ کی ملازمت کا ذکر ہے تو وہاں دلالۃ حضرت شعیب کی بیٹیوں کے کام کرنے کا بھی ذکر ہے کہ وہ گھر سے باہر جاکر امور خانہ داری کی انجام دہی کرتی تھیں۔ عصر حاضر میں زیادہ تر موضوع بحث خواتین کی ملازمت ہے کہ آیا ان کا ملازمت کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے تو اس بارے میں نصوص شرعیہ سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

عورتوں کی ملازمت کا حکم

شرعی طور پر مرد وعورت دونوں کسب معاش کرسکتے ہیں بلکہ اس میں برابر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى"[5]

بیشک میں کسی کام کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"[6]

مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو وہ کمائیں، اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

"أخبر أن لكل فريق من الرجال والنساء نصيبًا مما اكتسب. وليس الميراث مما اكتسبه الوارث، وإنما هو مال أورثه الله عن ميّته بغير اكتساب، وإنما"الكسب" العمل، و"المكتسب": المحترف"[7]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی کہ مرد اور عورت میں سے ہر ایک فریق کے لیے کمائی میں سے حصہ ہے اور میراث کمائی نہیں ہے بلکہ یہ مال ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے میت کی طرف سے وارث بنایا ہے، اور کسب عمل سے ہوتا ہے اور مکتسب محترف پیشہ رکھنے والے کو کہتے ہیں۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں کئی توجیہات ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

"فَفِيهِ وُجُوهٌ: الْأَوَّلُ: أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ لِكُلِّ فَرِيقٍ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبَ مِنْ نَعِيمِ الدُّنْيَا"[8]

اس میں کئی وجوہات تفسیر ہیں؛ پہلی یہ ہے کہ اس کسب سے مراد ہر ایک فریق کے لیے دنیاوی نعمتوں میں سے حصہ ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

'وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ، يُرِيدُ حِفْظَ فُرُوجِهِنَّ وَطَاعَةَ أَزْوَاجِهِنَّ، وَقِيَامَهَا بِمَصَالِحِ الْبَيْتِ مِنَ الطَّبْخِ وَالْخَبْزِ وَحِفْظِ الثِّيَابِ وَمَصَالِحِ الْمَعَاشِ، فَالنَّصِيبُ عَلَى هَذَا التَّقْدِيرِ هُوَ الثَّوَابُ"۔[9]

اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی میں سے حصہ ہے؛ اس سے مراد اپنی شرمگاہوں کی حفاظت ہے، خاوندوں کی اطاعت، گھر کے کام کاج امور خانہ داری سنبھالنا؛ کھانا پکانا، کپڑے دھونا، معیشت کی اصلاح کرنا تو اس اعتبار پر اس کسب سے مراد ثواب اخروی ہے۔

ان دونوں آیات میں کسب معاش کی مطلقا اجازت دی گئی ہے اس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص و تقیید نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالتماب ﷺ میں عورتوں نے کسب معاش میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی بہت بڑی سرمایہ دار تھیں اور مکہ کی تاجر تھیں۔

تاہم اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کسب معاش کا ذمہ دار خاوند کو بنایا ہے اور خاوند پر ہی اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری عائد کی اور ارشاد فرمایا:

" وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ"[10]

اور عورتوں کو متاع معروف دو، پس اہل استطاعت پر اس کی قدرت کے مطابق اور فقیر پر اس کی اس کی طاقت کے مطابق نفقہ لازم ہے، یہ متاع معروف ہے جو نیک لوگوں پر لازم ہے۔ سورۃ الطلاق میں ارشاد فرمایا:

"لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ"[11]

طاقت اور وسعت رکھنے والا اپنی طاقت میں سے خرچ کرے، تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو امور خانہ داری کی نگرانی عطا کی ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"المراة راعية على بيت بعلهاوولده وهى مسئولة عنهم"۔[12]

عورت اپنے خاوند کے گھر میں ملکہ ہے اور اپنی اولاد کی دیکھ بھال پر مامور ہے اور اس سے انہی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس اگر عورت سارا دن ملازمت پر رہے گی تو لامحالہ طور پر اپنی اولاد کو ڈے کیئر سنٹر پر ہی جمع کروائے گی تاکہ لوگ اس کی دیکھ بھال کریں تو اس طرح اولاد والدین کی محبت اور ممتا سے محروم ہو جاتے ہیں حالانکہ اس کا اصل کردار جسے اللہ رب العلمین نے اس کے لیے پسند فرمایا وہ یہ ہے:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ"[13]

اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرو اور نماز ادا کرو اور زکوۃ دو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

لہذا عورت کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا اور کسب معاش میں سرگرداں رہنا مزاج شریعت کے منافی ہے ہاں اگر عورت کی معاشی حالت اس قدر ناگفتہ بہہ ہو کہ گھر کا نظام نہ چل سکے تو اسلام نے عورت کو کسب معاش کی اجازت دی ہے لیکن اس میں بھی حیاء کا لحاظ اس پر فرض ہو گا۔ اللہ تعالیٰ عورت کو عورت بنایا کہ اس کا سارا جسم ستر ہے، لہذا اس فلسفہ اسلامی کا لحاظ لازم ہے محض دنیاوی سٹیٹس کو اچھا بنانے کے لیے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے میں نرا فساد ہے۔

عورت کی ملازمت کا جواز

کچھ ایسے شعبہ جات ہیں جہاں عورت کی شدید ضرورت ہوتی ہے مثلاً میڈیکل، ٹیچنگ اور نرسنگ تو ان شعبہ جات میں عورت کی ملازمت وقت کی ضرورت ہے، زمانہ نبوی میں بھی خواتین کی ایسی خدمات تاریخ اسلامی کا حصہ ہیں۔

1. حضرت حواء اور حضرت مریم سوت کاتا کرتی تھیں اور اولاد کا پیٹ بھرتی تھیں۔

وَأُخْبِرُكَ عَنْ حَوَّاءَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْزِلُ الشَّعْرَ فَتُحَوِّلُهُ بِيَدِهَا فَتَكْسُو نَفْسَهَا وَوَلَدَهَا، وَأَنَّ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ كَانَتْ تَصْنَعُ ذَلِكَ[14]۔

2. حضرت شعیب کی بیٹیاں جانوروں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور گھر کے لیے بھی پانی بھر کر لایا کرتی تھیں۔

3. ربیع بنت معوذ نے غزوات میں شرکت کی:

1. قالت الربيع بنت معوّذ كنّا نغزو مع النبيّ فنسقي القوم ونخدمهم ونردّ الجرحى والقتلى إلى المدينة۔[15]

2. ربیع بنت معوذ کہتی ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت کرتی تھیں؛ ہم قوم کو پانی پلاتی تھیں، اور ان کی خدمت کرتی تھیں، زخمی اور شہداء کو مدینہ پہنچایا کرتی تھیں۔

4. ام عطیہ نے بھی غزوات میں شرکت کی:

3. عن أم عطية الأنصارية، قالت: «غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سبع غزوات، أخلفهم في رحالهم، فأصنع لهم الطعام، وأداوي الجرحى، وأقوم على المرضى۔[16]

حضرت ام عطیہ انصاریہ کہتی ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی؛ میں اپنے کجاوے میں پیچھے رہتی تھی اور ان کے لیے کھانا تیار کرتی تھی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔

5. زمانہ نبوی میں خواتین زراعت کے کاموں بھی بھرپور شرکت کرتی تھیں، حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام مبشرالانصاریۃ فی نخل لھا۔۔۔فقال لایغرس مسلم غرساولایزرع زرعافیاکل منہ انسان ولادابۃ ولاشئی الاکانت لہ صدقۃ"۔[17]

رسول کریم ﷺ ام مبشر انصاریہ کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں اس کے کئی کھجور کے درخت تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے انسان یا جانور یا کوئی چرند پرند کھاتے ہیں تو اس کے لیے صدقہ (لکھ دیا جاتا) ہے۔

6. بعض صحابیات جانور چرایا کرتی تھیں؛ حضرت سعد بن معاذ سے مروی ہے:

"ان جاریۃ لکعب بن مالک کانت ترعیٰ غنمابسلع فاصیبت شاۃ منھا فادرکتھا فذبحتھا بحجر فسئل النبی فقال کلوھا"۔[18]

حضرت کعب بن مالک کی باندی سلع کی وادی میں بکریاں چرایا کرتی تھی تو ایک بکری کو کسی وحشی جانور نے اچک لیا جسے باندی نے زندہ حالت میں پالیا تو اس نے اسے پتھر کے ساتھ ذبح کردیا تو کعب نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا اسے کھالو۔

7. کسب معاش کا ایک اہم ذریعہ تجارت ہے اور اس فیلڈ میں بھی خواتین نے حصہ لیا، ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہتی ہیں:

"دَخَلْتُ أَنَا وَنِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ مُخَرِّبَةَ أُمِّ أَبِي جَهْلٍ، وَكَانَ ابْنُهَا عَيَّاشُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ يَبْعَثُ إِلَيْهَا الْعِطْرَ مِنَ الْيَمَنِ فَتَبِيعُهُ إِلَى الْأُعْطِيَةِ "[19]

میں ایک دن انصاری عورتوں کے ساتھ ابو جہل کی ماں اسماء بنت مخرمہ کے عہد فاروقی میں گئی اور اس کا بیٹا عیاش بن عبداللہ یمن سے عطر بھیجتا تھا تو وہ اسے بیچا کرتی تھی۔

8. صحابیات منصب تدریس کی زینت بھی بنیں، کثیر الروایت صحابیہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اس کی واضح دلیل ہیں۔

9. مومن مرد کے فارغ اوقات کی بہترین مصروفیت تیراکی ہے اور عورت کی بہترین مصروفیت دستکاری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خيرلهوالمؤمن السباحة وخيرلهوالمراة المغزل"۔[20]

10. صنعت و دستکاری کے میدان میں بھی خواتین اسلام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینب روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کی:

"يارسول الله انى امراة ذات صنعة ابيع منهاوليس لى ولالولدى ولالزوجى نفقة غيرها وقد شغلونى عن الصدقة فمااستطيع ان اتصدق بشئ فهل لى من اجرفيماانفقت قال فقال لها رسول الله انفقى عليهم فان لک فى ذلک اجرماانفقت عليهم" ۔ [21]

یارسول اللہ ﷺ میں ایک کاریگر عورت ہوں ہاتھ سے دستکاری کر لیتی ہوں اور اسے بیچتی ہوں اور میرے لیے، میرے خاوند اور میری اولاد کے لیے صرف یہی ایک ذریعہ معاش ہے اور ان مصارف کی وجہ سے میں کچھ صدقہ نہیں کر سکتی تو کیا میرا ان پر خرچ کرنا کیا باعث ثواب ہے؟ راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ہاں تو ان پر خرچ کر تیرے لیے اس خرچ میں بھی صدقے کا ثواب ہے۔

عورت کی ملازمت کے محرکات

عورت کی ملازمت کے کئی محرکات ہوسکتے ہیں؛ کبھی تو وہ اسباب معاشی مسائل کی صورت میں درپیش ہوتے ہیں تو کبھی اجتماعی معاشرے کی ضرورت ہوتے ہیں۔ تو ان محرکات کے مطابق احکام لاگو ہوتے ہیں ؛مثلاً اگر اس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہے تو اس عورت کو دوران عدت بھی دن کے وقت کسب معاش کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

"ومعتدة الموت تخرج يوما وبعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها "[22]

معتدۃ الوفاۃ پورا دن اور رات کا کچھ حصہ باہر جا سکتی ہے تاکہ معیشت کے قیام کے لیے کچھ کما لائے کیونکہ اس کے پاس نفقہ نہیں ہے۔ کسب معاش کی یہ صورت عند الضرورۃ جائز ہے تو علیٰ ہذا القیاس ہر وہ ملازمت جو ضرورت شدیدہ کی بناء پر اختیار کی جائے اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی بناء پر بعض علماء نے عورت کی ملازمت کو جائز کہا ہے کہ اس کی زندگی محفوظ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا خاوند اسے کسی وقت بھی طلاق دے سکتا ہے تو اس بناء پر اسے اپنی ملازمت تلاش کر لینے میں حرج نہیں ہے۔[23]

انہی محرکات میں سے اولاد کی پرورش ہے؛ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ خاوند کا کوئی روزگار نہیں ہوتا تو ان کی اولاد فاقوں میں زندگی گزار رہی ہوتی ہے تو اس خستہ حالی سے بچنے کے لیے اس کی بیوی ملازمت اختیار کرتی ہے۔ ایسی صورت حال میں فقہاء اسلام بھی بقدر ضرورت جواز کے قائل ہیں؛ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

"والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها"[24]

اور حاصل کلام یہ ہے کہ معتدہ کا خروج کسب معاش کی خاطر بقدر ضرورت جائز ہے جب ضرورت ختم ہو جائے تو اس کے بعد اس کا گھر سے نکلنا جائز نہ ہو گا۔

بیوی کی ملازمت کے محرکات کبھی اجتماعی ہوتے ہیں مثلاً نرسنگ کی ملازمت کہ یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے؛ اگر سب لوگ اس پیشے کو ترک کر دیں تو عموم بلوی ہے؛ مسلمانوں کی عورتیں کہاں اپنا چیک اپ کروائیں گی؟ جبکہ عموم بلویٰ کی وجہ سے احکام میں رعایت وارد ہوتی ہے۔

عموم بلویٰ کے متعلق علامہ صنعانی لکھتے ہیں:

"ومعنى عموم البلوىٰ شمول التكليف لجميع المكلفين او اكثرهم "[25]

یعنی عموم بلویٰ ایسی تکلیف ہے جس میں تمام مکلف لوگ مبتلا ہوں یا پھر ان میں سے اکثر۔ اور بلاشبہ نرسنگ کی ملازمت کو ترک کرنے میں عموم بلویٰ ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

عموم بلویٰ کا قاعدہ واصول یہ ہے کہ جہاں نص موجود نہ ہو وہاں مکروہات میں تخفیف کی جا سکتی ہے[26]۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تکلیف نہیں چاہتا بلکہ فرماتا ہے:

" يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ "[27] وہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

مفتی رشید احمد احسن الفتاویٰ میں لکھتے ہیں: عموم بلویٰ سے حرام چیزیں حلال نہیں ہو سکتیں۔[28]

عورت کی ملازمت میں تحدیات ومسائل

اسلام نے عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری خاوند کے کندھوں پر رکھی ہے اور عورت کو اچھے طریقے سے اسے خرچ کرنے کا پابند بنایاہے اور ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد ڈالی گئی جس میں عورت کو خاوند کا مطیع بنایا تا کہ وہ کسب معاش سے تھک ہار کر واپس آئے تو اس کی بیوی کی خندہ پیشانی اور مسکراہٹ تمام تھکاوٹوں کو دور کر دے، لیکن دور حاضر میں عورت کی ملازمت میں جو چیلنجز درپیش ہیں:

1. ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب عورت خود کما کر لاتی ہے اور سارا دن وہ بھی خاوند کی طرح ملازمت کرتی ہے تو خاوند کی باتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ عورت میں مفقود ہو جاتا ہے، اوراس طرح اسلام کی جو اصل روح ہے کہ عورت خاوند کی خدمت کرے وہ قطعا قائم نہیں رہ سکتی۔ پھر نتیجۃ ان کی ازدواجی زندگی میں بھی دراڑ پیدا ہونے لگتاہے چنانچہ ایک سروے کے مطابق مغربی ممالک میں عورت کی ملازمت کی وجہ سے بارہ ملین طلاق کے واقعات رونما ہوئے۔
2. نکاح کا ایک مقصد سکون قلب کا حصول ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:
4. "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً"[29]
5. اوراس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری ذاتوں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اوراس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔اور عورت کی ملازمت سے اکثر دیکھا گیاہے کہ خاوند کے ذہن میں ہمہ وقت شکوک وشبہات ابھرتے رہتے ہیں۔
3. اولا عورت ملازمت کو بڑے شوق سے اختیار کرتی ہے اور پھر اس کی اہم ذمہ داری بن جاتی ہے، اور خلقۃ کمزور ہونے کی وجہ سے اور حمل، حیض ونفاس اور بچے کی ولادت اور پرورش کا بار گراں برداشت نہیں کر پاتی پھر اس کے مزاج میں چڑچڑاپن آجاتاہے جو اسے غلط نتائج تک لے جاتاہے۔
4. ماں کی ملازمت بچوں کو ماں کی ممتاسے محروم کر دیتی ہے اور ماں باپ کی آنکھیں بھی اس ٹھنڈک کو صحیح معنوں میں نہیں محسوس کرسکتے جو توالد وتناسل کی اصل الاصیل ہے جس کی طرف قرآن نے راہنمائی فرمائی:
6. "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا"[30]

7. اہل ایمان یہ دعا مانگتے ہیں اے اللہ ہمیں ایسی رفیقہ حیات ااور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

5. اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خواتین کی ملازمت عصر حاضر میں کئی مفاسد کو جنم دیتی ہے؛ مخلوط ماحول میں مردوں اور عورتوں کا مل جل کر کام کرنا اخلاقی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے، پھر ملازمت کی کرسی پر پروٹوکول کی بھی کیا ہی شان ہوتی ہے لیکن وہی عورت جب گھر پہنچ کر امور خانہ داری بجالاتی ہے تو اس کے ضمیر میں تکبرانہ پہلو نظر آتا ہے۔

6. ملازمت کی وجہ سے عورت کی شرح پیدائش پر بھی کافی اثر پڑتا ہے کیونکہ عورت بہت کم بچے جننا چاہتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو چالیس سال کے بعد جا کر شادی کی بندھن میں بندھی جاتی ہے جب اس کے پاس کم وبیش دس سال کا عرصہ باقی ہوتا ہے، حالانکہ نکاح کا مقصد بھی اولاد کا حصول ہے۔

7. بعض دفعہ تو ماں باپ ملازمت کرنے والی بیٹی کو اپنی کمیٹی سمجھتے ہیں جو ہر ماہ ان کو کچھ نہ کچھ رقم مہیا کرتی ہے تو اس وجہ سے ایسی بچی کو بہت ہی تاخیر سے شادی کی بندھن میں پرو آجاتا ہے۔

تحدیات ومسائل کا حل

1. عورت کو بلاضرورت شدیدہ ملازمت سے دور رکھنے میں ہی عافیت ہے۔
2. اگر ضرورت شدیدہ ہو تو ایسی ملازمت اختیار کی جائے جہاں حیاء کے دائرے میں عورت ملازمت کر سکے۔
3. ایسے شعبے میں ملازمت دلوائی جائے جہاں اختلاط مرد وزن نہ ہو۔
4. سرپرست یا والدین کی اجازت سے ملازمت کرنے کا پابند بنایا جائے تاکہ وہ ایسے شعبے میں نہ جائے جہاں نفع سے نقصان زیادہ ہو۔
5. گھر سے لیکر اپنے متعلقہ سٹیشن تک مناسب پک اینڈ ڈراپ کا بندوبست ہو۔
6. عورت سے اولا یہ معاہدہ لیا جائے کہ اس کی جاب سے خاندانی نظام میں کوئی خلل واقع نہ ہو گا۔

نتائج وسفارشات

1. اسلام نے معاشرے کی تشکیل میں میاں بیوی کو خشت اول قرار دیا ہے انہی کی بدولت خاندان بنتا ہے، لہذا ان کی پوری توجہ اور کامل وقت کی فراہمی خاندان کو خوبصورت نہج پر چلا سکتا ہے۔
2. کسب معاش کا ذمہ خاوند پر ہے، جسے رزق حلال کمانے کا حکم ہے۔

3. اسلام نے عورت کو بھی معاشی و معاشرتی حقوق عطا کیے ہیں لہذا بغیر ضرورت کے عورت شمع محفل بن کر ملازمت کو ترجیح نہیں دے سکتی بلکہ اسے چراغ منزل کی حیثیت سے گھر کی ملکہ بن کر رہنا اسلام کی تعلیمات میں سے ہے۔
4. جہاں اختلاط مرد وزن ہو وہاں عورت کو قطعا ملازمت کی اجازت نہیں ہے۔
5. اگر عورت ملازمت کرے تو اس کی اولاد کی پرورش میں فرق نہ آنے پائے۔
6. عورت اگر ملازمت کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پردے کا پورا اہتمام کرے۔

حوالہ جات

[1] زیلعی، عثمان بن علی، **تبیین الحقائق**، القاہرۃ: المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ، 1313ھ، ج5، ص105۔

[2] الحصکفی، علاء الدین محمد بن علی الحنفی۔ **الدر المختار**۔ ریاض: دار عالم الکتب، 2003ء، ج9، ص117۔

[3] خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ۔ **مشکوٰۃ المصابیح**۔ کراچی: مکتبۃ البشریٰ، 1431ھ، رقم: 2781۔

[4] القصص: 27۔

[5] آل عمران: 195۔

[6] النساء: 32۔

[7] الطبری، محمد بن جریر، **جامع البیان**، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸ء، ج8، ص267۔

[8] رازی، فخر الدین، امام، **تفسیر مفاتیح الغیب**، بیروت: دار الفکر، 1414ھ، ج10، ص66۔

[9] رازی، **نفس المصدر**، ج10، ص66،

[10] البقرۃ: 236۔

[11] الطلاق: 7۔

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ **الجامع الصحیح**۔ لاہور: المیزان ناشران و تاجران کتب، 2004ء، رقم: 2416۔

[13] الاحزاب: 33۔

[14] النیشابوری، ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت: دار الفکر، 1411ھ، رقم: 4165

[15] البخاری، رقم: 2883۔

[16] مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج، القشیری، النیشابوری۔ **الجامع الصحیح للمسلم**۔ کراچی: مکتبۃ البشری، س ط ن، رقم: 1447۔

[17] مسلم، رقم: 3969۔

[18] البخاری، رقم: 5505۔

[19] ابن راھویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم، المروزی، **مسند اسحاق بن راھویہ**، المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الایمان، 1412ھ، رقم:2265۔

[20] حسام الدین ہندی، علی متقی بن حسام الدین۔ **کنز العمال**۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ط ن، رقم:45164۔

[21] ابو عبداللہ احمد بن حنبل۔ **مسند احمد**۔ القاہرۃ: دارالحدیث، 1416ھ، رقم:16130۔

[22] ابن نجیم، زین الدین ابراہیم بن محمد، **البحر الرائق**، بیروت: دارالفکر، 1415ھ، ج4، ص166۔

[23] یسری رزیقہ و غزوان صدیق، **الدوافع الاجتماعیۃ والاقتصادیۃ لخروج المرآۃ الی العمل**، مجلۃ تشرین للبحوث والدراسات العلمیۃ، سلسلۃ الادب والعلوم الانسانیۃ، ج39، شمارہ1، 2017ء، ص385۔

[24] ابن نجیم، **البحر الرائق**، ج4، ص166۔

[25] صنعانی، محمد بن اسماعیل الامیر، **اجابۃ السائل شرح بغیۃ الآمل**، بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1986ء، ص109۔

[26] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، **محاضرات فقہ**، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، س ن، ص291۔

[27] البقرۃ:185۔

[28] رشید احمد، مفتی، **احسن الفتاوی**، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، 1418ھ، ج8، ص490۔

[29] الروم:21۔

[30] الشعراء:74